

## پروفیسر نذیر احمد ملک کے اسلوبیاتی تنوعات

**تلخیص:** پروفیسر نذیر احمد ملک ایک نمایاں اسلوبیاتی نظریہ ساز ہیں جنہوں نے ادب اور زبان کے تعلق کو سائنسی بنیادوں پر سمجھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تحقیق اسلوبیات کو لسانی اصولوں پر مبنی ایک معروضی مطالعہ قرار دیتی ہے، جو ادبی متن کے صوتی، نحوی، اور معنوی پہلوؤں کا تجزیہ کرتی ہے۔ ان کا نظریہ روایتی ادبی تنقید سے مختلف ہے، کیونکہ وہ لسانی تجزیے کی مدد سے معنی کے تعین پر زور دیتے ہیں۔ نذیر احمد ملک کی تحقیق میں پیش منظر (Foregrounding) اور انحراف (Deviation) کے تصورات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو ادبی زبان کو عام زبان سے ممتاز کرتے ہیں۔ وہ روسی فارملسٹوں اور پراگ اسکول کے تصورات کی روشنی میں یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ شاعری اور ادب میں زبان کا غیر معمولی استعمال قاری کو متن کے ساتھ گہری سطح پر مشغول ہونے پر مجبور کرتا ہے۔

**کلیدی الفاظ:** نذیر احمد ملک، اسلوبیات، نحوی، صوتی، پیش منظر، انحراف، روسی فارملسٹس، پراگ اسکول

اسلوبیات لسانیات کی ایک ایسی اہم شاخ ہے جو لسانی اصولوں پر مبنی ادبی اور غیر ادبی متن کے تجزیے پر مرکوز ہے۔ ایک اسلوبیاتی نظریہ ساز کے طور پر، نذیر احمد ملک نے ادبی جمالیات اور معنی کو سمجھنے میں لسانی ساخت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے زبان اور ادب کے درمیان انٹرفیس کے بارے میں بصیرت افروز گفتگو پیش کی ہے۔ اسلوبیات میں نذیر احمد ملک کا مطالعہ ان کے اس عقیدے کا اظہار ہے کہ متن کی لسانی ساخت ادبی

اسلوب کی بنیاد رکھتی ہے۔ انھوں نے اسلوبیات کو اسلوب کے سائنسی مطالعہ کے طور پر دیکھا ہے، جس میں لسانیات کے طریقہ کار کا استعمال کرتے ہوئے یہ تجزیہ کیا جاتا ہے کہ زبان کے ذریعے ادبی اثرات کیسے حاصل ہوتے ہیں۔ اپنے اسلوبیاتی مطالعے میں، نذیر احمد ملک نے صوتیاتی، نحوی، اور معنوی سطحوں پر مبنی شاعری کے تجزیہ کے لیے ایک منظم طریقہ کار کا خاکہ پیش کیا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کس طرح مختلف لسانی عناصر، جیسے آواز کے نمونے، الفاظ کا انتخاب، اور جملے کی ساخت، نظم کے مجموعی جمالیاتی اور تشریحی اثرات میں حصہ ڈالتے ہیں۔ نذیر احمد ملک کا نقطہ نظر متن کے اسلوب کے مطالعہ میں لسانی طریقہ کار اپنا کر روایتی ادبی تنقید سے الگ ہو جاتا ہے۔ ادبی تخلیقات کی موضوعی تشریحات پر انحصار کرنے کے بجائے، انھوں نے متن کی لسانی خصوصیات پر مبنی ایک معروضی مطالعہ پر مبنی تجزیہ کی وکالت کی ہے۔ انھوں نے اس تخلیق کے لسانی ڈھانچے کو یہ سمجھنے کے لیے ضروری سمجھا کہ ادبی متن کس طرح معنی پیدا کرتے ہیں، اور وہ قارئین کے لیے کس طرح جمالیاتی تجربات تخلیق کرتے ہیں۔

اسلوبیات میں نذیر احمد ملک کی اہم شراکت میں سے ایک پیش منظر اور انحراف کے تصورات کی ترقی ہے۔ روسی فارملسٹ اور پراگ اسکول کے ماہرین لسانیات کے کام پر روشنی ڈالتے ہوئے، نذیر احمد ملک نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کس طرح ادبی زبان اپنی طرف توجہ مبذول کرنے کے لیے اکثر روزمرہ کے اصولوں سے ہٹ جاتی ہے۔ یہ انحراف "پیش منظر" کا احساس پیدا کرتا ہے، جس سے بعض لسانی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں، اس طرح ادبی متن کی منفرد اسلوبی ساخت میں حصہ ڈالتا ہے۔ اپنے تجزیے میں نذیر احمد ملک نے استدلال کیا ہے کہ ادبی زبان اکثر شاعرانہ اثرات پیدا کرنے کے لیے قواعدی یا معنوی اصولوں کو توڑ دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، شاعری میں الفاظ کی غیر معمولی ترتیب، غیر متوقع تال میل، اور استعارے کے اختراعی استعمال قارئین کی توقعات میں خلل ڈال سکتے ہیں، اور انہیں متن کے ساتھ گہری سطح پر مشغول ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نذیر احمد ملک کا خیال تھا کہ یہ خلل قاری کے جمالیاتی تجربے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ یہ زبان کو شفاف یا خالصتاً بات چیت کرنے کی اجازت دینے کے بجائے خود

اس کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

نذیر احمد ملک نے اس پیش منظر کو ادبی متن میں ضروری سمجھا کیونکہ یہ قاری کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ انحرافات کا احساس کرے اور ایسا کرنے سے معنی پیدا ہوتا ہے۔ یہ خیال رومن جیکینسن کے "ادبی پن" کے نظریہ سے ہم آہنگ ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ جو چیز کسی متن کو ادبی بناتی ہے وہ زبان کو غیر مانوس کرنے اور اسے ایک نئی روشنی میں پیش کرنے کی صلاحیت ہے۔

نذیر احمد ملک سیاق و سباق میں زبان کے مطالعہ اور پراگمٹیکس کو اسٹائلٹیکس کے ساتھ جوڑنے میں بھی ایک علمبردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنے بعد کے کام میں، خاص طور پر پراگمٹیکس کے اصول میں نذیر احمد ملک نے اس بات کی کھوج کی کہ کس طرح عملی اصولوں جیسے شائستگی، تقلید اور تقریری اعمال کا اطلاق ادبی متن پر کیا جا سکتا ہے۔ وہ خاص طور پر اس بات میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ ادب کس طرح نہ صرف متن کے اندر کرداروں کے درمیان بلکہ مصنف اور قاری کے درمیان بھی رابطے کی ایک شکل کے طور پر کام کرتا ہے۔ نذیر احمد ملک کا زبان میں شائستگی کا نظریہ، خاص طور پر جیسا کہ اس کے اصولوں کے عملیات میں دریافت کیا گیا ہے، یہ سمجھنے کے لیے ایک فریم ورک پیش کرتا ہے کہ مصنفین مکالمے اور بیانیہ دونوں میں سماجی تعاملات کو کس طرح نیوگیٹ کرتے ہیں۔ انھوں نے شائستگی کا ایک نمونہ تجویز کیا جس کی بنیاد زیادہ سے زیادہ باہمی رابطے کی رہنمائی کرتی ہے، جیسے کہ ٹیکٹ میکسم (کم سے کم عائد کرنا) اور موڈسٹی میکسم (اپنی تعریف کو کم کرنا)۔ نذیر احمد ملک کی شائستگی تھیوری کے مضمرات ہیں۔ ادبی متن میں، متوقع شائستگی کے اصولوں سے انحراف کردار کی نفسیات اور ان کے تعامل میں بنیادی تناؤ کے بارے میں بہت کچھ ظاہر کر سکتا ہے۔ ادب میں شائستگی کی حکمت عملی کس طرح کام کرتی ہے اس کا جائزہ لے کر، نذیر احمد ملک نے مکالمے اور کردار کے رشتوں کا تجزیہ کرنے کے لیے ایک ٹول فراہم کیا۔ عملیت پسندی اور طرز زیات کے درمیان اس تعلق نے یہ جاننے کے لیے نئی راہیں کھولی ہیں کہ ادبی گفتگو میں معنی کی بات کیسے کی جاتی ہے، اور مصنفین اپنے متن میں پیچیدہ باہمی حرکیات پیدا کرنے کے لیے کس طرح زبان کا استعمال کرتے ہیں۔

اسٹائلنگس میں نذیر احمد ملک کی شراکتیں وسیع اور کثیر جہتی ہیں۔ ان کی تحریروں نے لسانی نظریہ اور ادبی تنقید کے درمیان فرق کو ختم کیا، جس نے ادبی اسلوب کا معروضی اور منظم انداز میں تجزیہ کرنے کا فریم ورک فراہم کیا۔ پیش منظر، انحراف کے اپنے تصورات اور عملیت پسندی کے اپنے انضمام کے ذریعے، نذیر احمد ملک نے طرزیات کے دائرہ کار کو وسیع کیا تاکہ زبان کی نہ صرف رسمی خصوصیات شامل ہوں، بلکہ اس کے ابلاغی اور سماجی افعال کو بھی شامل کیا جائے۔ اسٹائلنگس کے بارے میں نذیر احمد ملک کا نقطہ نظر اسکا لرز اور ادب کے طالب علموں کو متاثر کرتا ہے، جو ادبی متن کی لسانی پیچیدگیوں اور ان پیچیدہ طریقوں کو تلاش کرنے کے لیے ڈولر پیش کرتا ہے جن میں زبان معنی کی تشکیل کرتی ہے۔ ایک اسلوبیاتی نظریہ ساز کے طور پر، نذیر احمد ملک کی میراث زبان کے ٹھوس میکانزم کے ذریعے ادب کی تجریدی خوبصورتی کو قابل رسائی بنانے کی صلاحیت میں مضمر ہے، جو الفاظ کے فن کو سمجھنے کے لیے سائنسی نقطہ نظر فراہم کرتی ہے۔

پروفیسر نذیر احمد ملک کی کتاب ”ادب، ادبی تھیوری اور اسلوبیات“ ان معنوں میں اہم ہے کہ یہ کتاب نہ صرف اسلوبیات کے اہم تصورات کا تعارف پیش کرتی ہے بلکہ قارئین کو ادب فہمی کے بہت سے مسائل سے آشنا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر نذیر احمد ملک کی کتاب ”ادب، ادبی تھیوری اور اسلوبیات“، اسلوبیات پر جامع اور بصیرت انگیز نصابی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ تحقیقی کتاب اردو داں طبقہ بالخصوص طالب علموں کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب مختلف اعتبار سے منفرد ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر نذیر احمد ملک نے نہایت ہی منفرد انداز میں اسلوبیاتی مقالات کو ادبی تھیوری کے پس منظر میں اس طرح پرکھنے کی کوشش کی ہے کہ یہ کتاب ادب و فن کے ادراک و شعور اور افہام و تفہیم کی ایک نئی جہت کی دریافت کرتی ہے۔ پروفیسر نذیر احمد ملک کی کتاب ”ادب، ادبی تھیوری اور اسلوبیات“ میں نظری مسائل پر بھی غور و فکر کیا گیا ہے اور اطلاقی نوعیت کے تجزیے بھی کیے گئے ہیں جو یقینی طور پر اردو تنقید میں ایک اہم اضافہ ہے۔ کتاب کی قرات اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ادب اور اس کے اثرات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے، ادبی نظریات اور اسلوبیات کو بخوبی سمجھنا ضروری ہے۔ ادبی نظریات دراصل وہ

تنقیدی فریم ورک ہیں جو ادبی کاموں کا تجزیہ اور تشریح کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ نظریات یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ادب میں معنی کس طرح تعمیر کیے جاتے ہیں اور یہ اس سماجی اور ثقافتی تناظر کی عکاسی کیسے کرتا ہے جس میں اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ ایسا ہی ایک نظریہ فارملسٹ نظریہ ہے، جو کسی کام کے ادبی عناصر پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جیسے کہ پلاٹ، ترتیب اور کردار کی نشوونما۔ فارملسٹ کا خیال ہے کہ ادبی کام کو اس کے سیاق و سباق سے الگ تھلگ کر کے مطالعہ کیا جانا چاہئے اور یہ معنی متن سے ہی اخذ کیا جاتا ہے۔ ایک اور ادبی نظریہ مارکسی نظریہ ہے، جو ادب کو ان سماجی اور معاشی حالات کی پیداوار کے طور پر دیکھتا ہے جن میں اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ پروفیسر نذیر احمد ملک کا خیال ہے کہ ان ادبی نظریات میں اسلوبیات کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ اسلوبیات، لسانیات کی ایک شاخ ہے جو زبان میں اسلوب کے مطالعہ پر مرکوز ہے۔ یہ متن کی مختلف لسانی خصوصیات کا جائزہ کچھ یوں لیتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ نحو، لغت، اور علامتی زبان، تخلیق کے مجموعی معنی پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسٹاکسٹکس مصنف کے ذریعے کیے گئے اسلوبیاتی انتخاب کے مخفی گوشوں کو واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ معنی کی تخلیق میں کس طرح تعاون کرتے ہیں۔ گویا ادب فنکارانہ اظہار کی وہ شکل ہے جو تحریری یا گفتاری زبان کے ذریعے تخلیق کی جاتی ہے۔ ادبی اظہار بالعموم اس ثقافت، معاشرے اور وقت کی عکاسی کرتا ہے جس میں اسے تخلیق کیا گیا ہے، اور یہ اکثر ان پیچیدہ موضوعات اور مسائل کو دریافت کرتا ہے جو انسانی تجربے سے متعلق ہوتے ہیں۔

پیش منظر پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ واضح کرتے ہیں کہ پیش منظر یا فورگراؤنڈنگ (Foregrounding) ایک ادبی اصطلاح ہے جو براہ راست روسی ہیئت پسندوں اور پراگ سکول سے وابستہ ہے۔ جس سے مراد زبان اور ادبی آلات کو جان بوجھ کر کچھ اس طرح استعمال کرنا ہے تاکہ کسی متن میں کچھ عناصر پر زور دیا جاسکے۔ اس تصور کا روسی ہیئت پسندوں کے تصور De familiarization سے گہرا تعلق ہے۔ پراگ اسکول نے نظریہ آفاقیت کو بہتر بنایا اور ایک ایسا نظریہ تیار کیا جو بعد میں ضابطہ کشائی اسٹاکسٹکس (Decoding Styistics) کے مرکزی تصورات میں سے

ایک بن گیا اور ایک ایسا طریقہ جس نے متن کے تجزیہ کے لیے الگورتھم (Algorithm) بنانے میں مدد کی۔ "پیش منظر" یا "حقیقت سازی (Foregrounding) کی اصطلاح پراگ اسکول کے ممتاز ماہر لسانیات، جیسے Mathesius اور Chizhevsky، Havránek، Mukaovský کے کاموں سے آتی ہے جو ادبی اور شاعرانہ زبان کی تحقیق میں شامل تھے۔ ان اسکالرز نے دعویٰ کیا کہ ادبی اور شاعرانہ زبان کے درمیان تعلقات بنیادی طور پر اس حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں جو ادبی زبان شاعرانہ زبان کا پس منظر ہے، جو ادبی متن کے لسانی حصوں کی خصوصی تحریف کو ظاہر کرتی ہے۔ اس تحریف کو زبان کے اصولوں کی خصوصی خلاف ورزی کے طور پر جانا جاتا تھا (بلاشکیو 2006)۔

شاعرانہ زبان کے تجزیے کے اندر، ان اسکالرز نے یہ بھی تحقیق کی کہ شاعرانہ زبان کی خصوصیات الفاظ کے معانی سے ہوتی ہے۔ اس طرح کے کھیل کا مقصد ان الفاظ کی "حقیقت" تھا (بلاشکیو 2006)۔ شاعرانہ زبان میں کسی بھی جز کی حقیقت نگاری کا مطلب ہے پیش منظر۔ یعنی ایسے زبان کے آلات کا استعمال، جو توجہ مبذول کر سکتے ہیں اور اسے غیر معمولی اور خود کار طریقے سے مبرا سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ تکنیک کے ساتھ ساتھ شناخت کی تکنیک ادبی متن کے درست ادراک کا ایک بالکل نیا اصول بناتی ہے: قاری کو ادبی کام کو ایک "نئے پیدا ہونے والے ناظرین یا سامع" کے طور پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ میکائٹائر بتاتے ہیں کہ "فن کے کسی کام یا کسی متن کو مانوس کرنے سے ہم اسے معمول سے الگ کر دیتے ہیں۔ یہ پیش منظر بن جاتا ہے" (McIntyre 2003)، اس طرح، یہ دو نظریات - پیش منظر اور defamiliarization کا نظریہ - ایک دوسرے سے جڑے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ defamiliarization میں زبان کے استعمال کے اصولوں اور ادبی کنونشنوں میں خلل ڈالنا شامل ہے تاکہ قاری زبان اور معنی کو ایک نئے انداز میں محسوس کرے۔ پیش منظر کا استعمال اکثر کسی خاص اثر کو تخلیق کرنے یا کسی ادبی کام میں کسی تھیم یا خیال پر زور دینے کے لیے کیا جاتا ہے۔ فورگر اوڈنگ میں غیر معمولی یا غیر متوقع الفاظ یا جملے کا استعمال شامل ہے، جو زبان کی طرف توجہ مبذول

کراتے ہیں۔

پروفیسر نذیر احمد ملک اس گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پیش منظر (Foregrounding) ایک ادبی تکنیک ہے جس میں زبان اور ادبی آلات کا جان بوجھ کر استعمال ہوتا ہے تاکہ کسی متن کے بعض عناصر پر زور دیا جاسکے۔ اسے مختلف قسم کے اثرات پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور اکثر اہم موضوعات یا خیالات پر زور دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

قاری اساس تنقید کا نظریہ ایک ادبی نظریہ ہے جو کسی ادبی کام میں معنی کی تشریح اور تخلیق میں قاری کے کردار پر زور دیتا ہے۔ قاری اساس تنقید ساٹھ کی دہائی میں اے آر رچرڈز کی جذباتی مباحث سے شروع ہوئی۔ جس نے ساختیے کے روایتی تصورات سے ایک مخصوص ذہنی میکانیت کو پا کر بصری اور قرات کے عمل کے امتزاج سے اس نئے تنقیدی نظریے کو فروغ دیا۔ جس کا روایتی نقاد پہلے بیانیہ، پلاٹ، کردار۔ اسلوب اور ساخت کے حوالے سے کسی نہ کسی طور پر کرتے آئے تھے کیونکہ متن انفرادی قاری کو "تخلیقیت" کے حوالے سے ادبی متن کا مطالعہ کرتے آئے تھے۔ قاری اساس تنقید ادبی متن اور کاموں میں زبان کو اہمیت دیتی ہے اور قاری سے یہ توقع کرتی ہے کہ وہ متن کی معنویت کو اپنے طور پر پالے۔ گویا اس میں قاری کے تجربات بھی شامل ہوتے ہیں۔ یوں ان میں کئی تنقیدی مزاج درآتے ہیں لیکن متن فرد کے ذہن کا حصہ نہیں ہوتا مگر وہ انفرادی سطح پر متن کی قرات کرتا ہے۔ اس کو بعض ناقدین نے موضوعی تنقید بھی کہا جو معنی کے جوہر پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اور معنیاتی اور ساختیاتی نظریے میں فعال کردار ادا کرتی ہے۔ قارئین کے ردعمل کے اصول نے قاری کو ایک فعال ایجنٹ کے طور پر تسلیم کیا ہے جو ادبی تنقید کے "حقیقی وجود" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور تشریح کے ذریعہ اس کے مطالب، معنی اور مفاہیم سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ قاری اساس تنقید یا ردعمل کا دعویٰ ہے کہ ادب کو ایک فنکارانہ فن/آرٹ کے طور پر دیکھا جانا چاہئے جس میں ہر قاری نے اپنے ممکنہ طور پر منفرد، متن سے متعلقہ کارکردگی اور ذہنی فکری میکانیت پیدا کی ہے۔ یہ رسمی طور پر نظریات اور نظریہ کے نظریات کی مجموعی طور پر مخالفت کرتا ہے۔ اس طریق کار میں کسی بھی متن کی معنیات کو

"تخلیق" یا "فصل" کا نام دے کر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی قاری، کہیں رہتا ہوا قاری، کسی بھی زمانے کا قاری، اس 'فصل' کو اپنے زمان اور مکان کے 'سابق اور حال' سے رشتہ جوڑتا ہوا حق بجانب ہے کہ اس سیاق و سباق میں اسے پرکھ کی کسوٹی پر رکھ کر اپنا کام کرے۔ نظم کا رشتہ جو شاعر سے قائم تھا، اس وقت ہی منقطع ہو گیا تھا جب وہ معرض ولادت میں آئی تھی۔ اس وقت کی حقیقت آج کی فرضیت نہیں، آج کی حقیقت ہے۔

اس کی تین نئی اصطلاحات خاکے میں پیش کی گئی ہیں:

## قاری

## قرآت کا طریق کار

## رد عمل

اس میں قاری کا قرآنی طریق کار اولیں اہمیت کا حامل ہے۔ اس عمل کے دوران قاری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ متن کی شکست و ریخت کرے، ایسے ہی جیسے کسی عمارت کو ڈھا کر اس کا ملبہ بکھرا دیا جاتا ہے۔ پھر موضوع کی سطح پر اپنے مطالعے، تجربے اور ذاتی ترجیحات کے پیمانوں سے اس کی مناجیات کی قدر و منزلت کو پرکھے اور اس کی نئی تعریف بھی متعین کرے۔ اس کام کے دوران میں دو عوامل کا ظہور ناگزیر ہے۔ پہلا عمل تشکیلی ہے اور اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ پرانے متن اور نئے قاری کے مابین معنویت کی مصالحت کا سمجھوتا قرار پا جائے۔ دوسرا موضوع سے متعلق ہے کہ قاری کو یہ کئی اختیار ہے کہ وہ متن کی تشریح (توسیع کی حد تک) اپنی منشا کے مطابق کرے۔ "قاری کی اساس

تنقید کے حوالے سے اردو کے ناقدین نے گذشتہ برسوں سے تھوڑا بہت قاری کی اساس تنقید اور نظریے کے تحت لکھنا شروع کر دیا ہے جیسے یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

”اگر بالکل سادہ غیر تنقیدی زبان میں کہیں تو افسانہ جھوٹ کو سچ کر دکھانے کا فن ہے۔ اس لیے نہیں اس میں بیان کردہ واقعات ”سچے“ نہیں ہوتے/ ہو سکتے بلکہ اس اعتبار سے کہ افسانہ نگار، ہر وہ فنی تدبیر استعمال کرتا ہے جس سے وہ اپنے قاری کو یقین دلا سکے کہ وہ افسانہ نہیں لکھ رہا ہے بلکہ سچا واقعہ سن رہا ہے اور اگر اس نے افسانے کی تشکیل کے لیے کوئی خاص یا مکانی عرصہ منتخب کیا ہے، جس کا تعلق ماضی بعید سے ہو تو اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ افسانے کے خیالی بیانیہ کو تاریخی واقعہ کی شکل دے کر قاری کو یقین دلا دے کہ وہ ’فرضی‘ کہانی نہیں سن رہا، ایک خاص انداز سے تاریخ بیان کر رہا ہے۔“

قاری اساس تنقید کے نظریہ کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے جس میں قارئین اور طالب علموں کا فعال ہونا ضروری جانا جاتا ہے۔ جو اپنے طریقوں سے یا قاری کے طریقات یا مناجیات سے متن کو تخلیق اور تحلیل کرنا پڑتا ہے، اس فکر نے 19 صدی میں اہمیت حاصل کی جس میں موضوعی رسائی کے تحت ایک معروض کا فکری انتقادی آفاق تشکیل پاتا ہے اور اعتماد کے بعد متن کا مرکوز تجزیہ کرتے ہوئے ایک فکری نکتہ تلاش کیا جاتا ہے۔ قاری اساس تنقید ادبی کام میں زبان کو اہمیت دیتی ہے اور یہ قاری سے یہ توقع کرتی ہے کہ وہ متن کی معنویت کو اپنے طور پر پالے جس میں بہر حال قاری کے تجربات بھی شامل ہوتے ہیں اور کئی تنقیدی مزاج در آتے ہیں۔ لیکن متن فرد کے ذہن کا حصہ نہیں بن پاتا۔ مگر وہ انفرادی سطح پر متن کی قرات کرتا ہے۔ جس کو ناقدین ’موضوعی تنقید‘ بھی کہتے ہیں۔ جہاں قاری کا رد عمل معنی کے جوہر پر حاوی ہوتا ہے۔ اور معنیاتی، قہیماتی، ساختیاتی، نظریاتی، علمی اور اطلاقی نظریے میں کلیدی کردار کرتا ہے۔ جس میں ”رد تشکیل“ کا عمل دخل بھی ہوتا ہے۔ جو مخصوص ادبی اور ثقافتی رموز کی صورت میں ابھر کر معنویت کو خلق کرتے ہیں۔ اور موضوعیت کا عنصر قرات اور تشریح کی نئی راہیں اور جہتیں دریافت کرتا ہے۔ قاری اساس تنقید میں قاری کا رد عمل پہلے ہوتا ہے اس کے بعد متن پر تنقید کی گنجائش ہوتی ہے۔ وہ مخاطبے

(ڈسکورس) کا تجزیہ ہی اس بات کو متعین کرتا ہے کہ کسی تنقید پر تنقید ممکن ہے کہ نہیں۔  
یہ نظریہ بتاتا ہے کہ متن کا مفہوم مصنف کے ذریعے طے یا متعین نہیں ہوتا ہے،  
بلکہ قاری متن کے ساتھ ان کے تعامل کے ذریعے تعمیر کرتا ہے۔ پروفیسر ملک کہتے ہیں کہ  
قاری اساس تنقید کا نظریہ یہ بھی بتاتا ہے کہ پڑھنا ایک فعال، تخلیقی عمل ہے۔ قارئین غیر  
فعال طور پر متن کے معنی کو جذب نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ، وہ فعال طور پر اس کے ساتھ  
مشغول ہوتے ہیں، اپنے معنی اور تشریحات بناتے ہیں۔ تشریح کا یہ عمل صرف صفحہ پر موجود  
الفاظ تک محدود نہیں ہے۔ قارئین اپنے تخیل، وجدان، اور جذبات کو با معنی بنانے کے لیے  
بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ قاری اساس تنقید کے نظریہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ قارئین کے  
تنوع اور معنی کی موضوعی نوعیت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہے کہ قارئین پڑھنے کے عمل  
میں اپنے تجربات اور نقطہ نظر کو بروکار لاتے ہیں، اور یہ کہ نقطہ نظر کا یہ تنوع پڑھنے کے تجربے  
کو تقویت دیتا ہے۔ قارئین کے ردعمل کا نظریہ بھی قاری اور مصنف کے تعلقات کی اہمیت  
پر زور دیتا ہے، یہ تجویز کرتا ہے کہ قاری صرف مصنف کے پیغام کا غیر فعال وصول کنندہ  
نہیں ہے، بلکہ معنی کی تعمیر میں ایک فعال حصہ لینے والا ہے۔

”ادرا کی اسلوبیات“ پروفیسر نذیر احمد ملک کی کتاب ”ادب، ادبی تھیوری  
اور اسلوبیات“ کا ایک اہم باب ہے۔ ادرا کی اسلوبیات ایک بین الضابطہ میدان ہے جو  
ادبی متن کی تیاری اور فہم میں شامل علمی عمل کو تلاش کرتا ہے۔ یہ علمی نفسیات، لسانیات، اور  
ادبی تھیوری سے بصیرت کو اکٹھا کرتا ہے تاکہ ان طریقوں کا جائزہ لیا جاسکے جن میں  
قارئین اور مصنفین ادبی متن کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ادرا کی  
اسلوبیات اس بنیاد پر مبنی ہے کہ ادبی نصوص محض جمالیاتی اشیاء نہیں ہیں جن کی تعریف کی  
جائے، بلکہ یہ پیچیدہ علمی رویہ ہے۔

ادرا کی اسلوبیات میں کلیدی تصورات میں سے ایک ڈہنی ماڈلز کا خیال ہے۔  
دماغی ماڈل حالات، واقعات، یا اشیاء کی علمی نمائندگی ہیں جو قارئین کے ذریعے متن کو  
پڑھتے ہی بنائے جاتے ہیں۔ یہ ڈہنی نمونے قارئین کو خالی جگہوں کو پُر کرنے، قیاس  
آرائیاں کرنے اور متن کے مختلف حصوں کو جوڑ کر متن کی مربوط اور با معنی تشریح کرنے میں

مدد کرتے ہیں۔ ادرا کی اسلوبیات میں ایک اور اہم تصور پیش منظر (Foregrounding) ہے۔ پیش منظر زبان اور ادبی آلات کا استعمال کسی متن کے بعض عناصر کی طرف توجہ مبذول کرنے کے لیے ہے، جس سے زور یا تضاد کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ قارئین کی توقعات میں خلل ڈال کر اور متن کے بعض عناصر کی طرف توجہ مبذول کر کے، پیش منظر قارئین کو متن کے ساتھ مزید گہرائی سے مشغول ہونے اور مزید تفصیلی ذہنی ماڈلز بنانے کی ترغیب دے سکتا ہے۔

ادرا کی اسلوبیات ایک بین الضابطہ میدان ہے جو ادبی متن کی تیاری اور فہم میں شامل علمی عمل کا جائزہ لیتا ہے۔ ادبی کاموں میں ذہنی نمونوں، پیش منظر، اور جذبات کے کردار کو تلاش کرتے ہوئے، علمی اسلوب نگاری ہماری سمجھ کو گہرا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ قارئین اور مصنفین ادبی متن کو کیسے پڑھیں اور تشریح کرتے ہیں۔ اس ساری بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پروفیسر نذیر احمد ملک کی کتاب ”ادب، ادبی تھیوری اور اسلوبیات“، اسلوبیات کے میدان میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

